الإسراء والمعراج

ایک حقیقت...!

محمد
رسول الله

تالیف:

عبد المصطفی

جامعہ انیس المدارس، دار التحقیقات انٹرنیشنل

پیش لفظ

الحمد لله كما علمنا أن نحمد....

وأصلي وأسلم على خاتم الانبياءسيدنا محمد وعلى كل عبد مصطفى ...وبعد:

اس مختصر سا رسالہ اسلام کے اہم قضیہ، قضیہ اسراء و معراج سے متعلق اعتراضات اور انکے جوابات سے متعلق ہے اول تو یہ بات ذہن نشیں رہے کے اسراء و معراج من قبیل المعجزات ہے تو اسکو عقلا، عادۃ اور بطور سائنس ثابت کرنا ناممکن ہے کیوں کہ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل کو عاجز کر دے۔

اس رسالہ میں ملحدین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے جواب دئے گئے ہیں اور ساتھ میں مسلمانوں کے ذہنوں میں آنے والے شبہات کو بھی بتوفیق اللہ تعالیٰ حل کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ سوال و جواب کے طریقے سے لکھا گیا ہے تا کہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور یاد رکھنے میں دشواری نہ ہو۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے وہ کریم اسے نافع خلائق بنائے اور اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور اس کے صدے اقرباء کی بخشش فرمائے آمین یا کریم بجاہ سید العالمین

عبد المصطفیٰ سعدی ازہری

مولاي صل وسلم دائماً أبداً
على حبيبك خير الخلق كلهم
سريت من حرمٍ ليلا الى حرمٍ
كما سرى البدر في داج من الظلم
وبت ترقى الى ان نلت منزلةً
من قاب قوسين لم تدرك ولم ترم
وقدمتك جميع الانبياء بها
والرسل تقديم مخدومٍ على خدم
وانت تخترق السبع الطباق بهم
في موكب كنت فيه صاحب العلم

قَصيدة بردة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نِرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

1. تعیین وقت اور مکان....؟

اول یہ سوال کرنا شریعت مطہرہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ میں نہ صرف عبادات مفروضہ کے لئے وقت اور مکان کی تعیین مشروع ہے بلکہ نفل عبادات کے لئے بھی مکان وزمان خاص کرنا مشروع فرمایا گیا ہے۔

کسی خاص عبادت کے لئے کسی خاص وقت کی تعیین کرنا سنت مصطفی ﷺ ہے اس میں کسی قسم کا شرک یا بدعت نہیں چنانچہ حدیث میں آیا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: **«كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ، مَاشِيًا وَرَاكِبًا» وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا «يَفْعَلُهُ»**[1] جناب عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے روز مسجد قبہ تشریف لاتے کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی وتیرہ رہا۔

---

[1] صحيح البخاري 2/61 1193.

اور اگر بات صرف مکان کے خاص کرنے کی ہے تو اس کی دلیل قرآن عظیم میں تکرار کے ساتھ موجود ہے جیسے اللہ کریم فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾[2] ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناو۔ بات یہ ہی نہیں بلکہ حج سارا کا سارا عبادت خاصہ، مقامات خاصہ، اور زمان خاص نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

2. 27 رجب ہی کیوں.؟

یہ بات واضح ہو گئی کہ شریعت مطہرہ میں اس بات کی کوئی ممانعت نہیں کہ کسی عبادت کو کسی خاص وقت اور خاص جگہ میں کیا جائے، کیا اس کی دلیل کا سوال کرنا کہ اسی وقت میں کیوں درست نہیں سنت مصطفی ﷺ کے خلاف ہے چناچہ حدیث میں آیا کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: «مَا هَذَا؟»، قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، قَالَ: «فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ»، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.[3]

---

[2] البقرة 125.

[3] متفق عليه.

یہ بات جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود مدینہ کو دیکھا وہ 10 محرم الحرام کا روزہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ دن بہت نیک ہے اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو دشمنوں سے نجات دی تھی تو اس دن جناب موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے روزہ رکھا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں سے زیادہ جناب موسی کے قریب ہوں پھر نہ صرف آپ ﷺ نے روزہ رکھا بلکہ صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

تو یہاں اللہ کے نبی کریم ﷺ یہود مدینہ کی خبر پر اکتفا کرتے ہوئے نہ صرف خود روزہ رکھ رہے ہیں بلکہ صحابہ کو حکم ارشاد فرما رہے ہیں، نہ تو کوئی دلیل طلب کی اور نہ ہی ان سے کہا کہ یہ سب تاریخی باتیں ہیں ان میں کسی دن کا خاص کرنا بغیر دلیل کے شرعا ممنوع غیر محبوب ہے۔

اگرچہ انکی حاجت نہیں لیکن اتمام حجت کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں علماء امت کا اختلاف ہے کہ معراج مبارک کس روز ہوئی کثیر علماء نے 27 رجب المبارک ہی فرمایا:

- امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "روضة الطالبين وعمدة المفتين": ثُمَّ نَسَخَهُ بِإِيجَابِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ بِمَكَّةَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ

بِعَشْرِ سِنِينَ وَثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَجَب.[4] اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "الآية الكبرى في شرح قصة الإسرا[5]": میں 15 سے زائد اقوال ذکر فرمائے اور سب سے مشہور قول ماہ رجب میں معراج کو قرار دیا۔ امام ماوردی نے بھی یہ ہی فرمایا۔
- علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "روح البيان" میں فرماتے ہیں: وهي ليلة سبع وعشرين من رجب ليلة الاثنين وعليه عمل الناس.[6]
- امام ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "البحر المحيط" میں فرماتے ہیں: عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها أنها قالت: "إنه كان قبل الهجرة بعام ونصف في رجب.[7]
- امام ابن عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "المحرر الوجيز (تفسير ابن عطية)" میں فرماتے ہیں: وكان ذلك في رجب.[8]
- امام ابن قتیبہ امام رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ امام حافظ ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المواهب

---

[4] روضة الطالبين وعمدة المفتين 206/10.

[5] الآية الكبرى في شرح قصة الإسرا الفصل الثالث ص34.

[6] روح البيان 103/5.

[7] البحر المحيط 9/7.

[8] المحرر الوجيز 435/3-436.

اللدنية[9]" میں اور علامہ دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتا "تاریخ الخمیس[10]" میں ذکر فرمایا۔

- **امام حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المنتظم في تاريخ الملوك والأمم" میں فرمایا:** ويقال: إنه كان ليلة سبعٍ وعشرين من رجب.[11]
- **امام حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب "الوفا بتعريف فضائل المصطفى" میں اختلاف ذکر کرتے ہوئے اپنا موقف ذکر کرتے ہیں:** قلت: وقد كان في ليلة سبعٍ وعشرين من رجب.[12]
- **امام حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عمدة القاري[13]" میں اور امام ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "المواهب اللدنية[14]" میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ذکر فرمایا۔**
- **حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "إحياء علوم الدين" میں فرمایا:** وليلة سبعٍ وعشرين منه أي: من شهر رجب وهي ليلة المعراج.[15]

---

[9] المواهب اللدنية 70/2.

[10] تاريخ الخميس 307/1.

[11] المنتظم في تاريخ الملوك والأمم 26/3.

[12] الوفا بتعريف فضائل المصطفى 162/1.

[13] عمدة القاري 39/4.

[14] المواهب اللدنية 71/2.

[15] إحياء علوم الدين 397/1.

- امام حافظ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**محاسن الاصطلاح**" میں فرمایا: ليلة الإسراء بمكة، بعد البعثة بعشر سنين وثلاثة أشهر، ليلةَ سبعٍ وعشرين من شهر رجب.[16]
- امام علامہ سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**لوامع الأنوار البهية**" میں فرمایا: قال ابن الجوزي: وقد قيل إنه ليلة سبعةٍ وعشرين من شهر رجب، قلت: واختار هذا القولَ الحافظُ عبد الغني المقدسي الحنبلي، وعليه عملُ الناس.[17]
- امام علامہ اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "**الإحكام شرح درر الحكام**" میں ذکر فرماتے ہیں: ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی اپنی فتاوی "**رد المحتار على الدر المختار**" میں 27 رجب روزِ معراج ہے کے متعلق فرماتے ہیں: وعليه عمل أهل الأمصار.[18]
- علامہ ابو زہرۃ اپنی کتاب "**خاتم النبيين**" میں فرماتے ہیں: وقد وجدنا الناس قَبِلُوا ذلك التاريخ أو تَلَقَّوْهُ بالقبول، وما يتلقاه الناس بالقبول ليس لنا أن نردَّه، بل نقبله، ولكن من غير قطعٍ ومن غير جزمٍ ويقين.[19]

---

[16] محاسن الاصطلاح ص718.

[17] لوامع الأنوار البهية 280/2.

[18] رد المحتار على الدر المختار 352/1.

[19] خاتم النبيين ص562.

- **علامہ ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المدخل" میں اس رات اسلاف اور امت مسلمہ کا عمل اور سید عالم ﷺ سے محبت کا اظہار کے طریقے بیان فرماتے ہیں:** لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْهُ الَّتِي هِيَ لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ الَّتِي شَرَّفَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْأُمَّةَ بِمَا شَرَعَ لَهُمْ فِيهَا بِفَضْلِهِ الْعَمِيمِ وَإِحْسَانِهِ الْجَسِيمِ، وَكَانَتْ عِنْدَ السَّلَفِ يُعَظِّمُونَهَا إكْرَامًا لِنَبِيِّهِمْ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – عَلَى عَادَتِهِمْ الْكَرِيمَةِ مِنْ زِيَادَةِ الْعِبَادَةِ فِيهَا وَإِطَالَةِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ، وَالتَّضَرُّعِ، وَالْبُكَاءِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا قَدْ عُلِمَ مِنْ عَوَائِدِهِمْ الْجَمِيلَةِ فِي تَعْظِيمِ مَا عَظَّمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِامْتِثَالِهِمْ سُنَّةَ نَبِيِّهِمْ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – حَيْثُ يَقُولُ: تَعَرَّضُوا لِنَفَحَاتِ اللَّهِ، وَهَذِهِ اللَّيْلَةُ الْمُبَارَكَةُ مِنْ جُمْلَةِ النَّفَحَاتِ وَكَيْفَ لَا، وَقَدْ جُعِلَتْ فِيهَا الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ بِخَمْسِينَ إلَى سَبْعمِائَةِ ضِعْفٍ وَاَللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ، وَهَذَا هُوَ الْفَضْلُ الْعَظِيمُ مِنْ غَنِيٍّ كَرِيمٍ، فَكَانُوا إذَا جَاءَتْ يُقَابِلُونَهَا بِمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ شُكْرًا مِنْهُمْ لِمَوْلَاهُمْ عَلَى مَا مَنَحَهُمْ وَأَوْلَاهُمْ نَسْأَلُ اللَّهَ الْكَرِيمَ أَنْ لَا يَحْرِمَنَا مَا مَنَّ بِهِ عَلَيْهِمْ إنَّهُ وَلِيُّ ذَلِكَ آمِينَ.[20]

- **علامہ ابو الحسنات لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" میں فرماتے ہیں:** قد اشتهر بين العوام أن ليلة السابع والعشرين من رجب هي ليلة المعراج النبوي، وموسمُ

---

[20] المدخل 294/1.

الرجبية متعارَفٌ في الحرمين الشريفين؛ يأتي النَّاس في رجبٍ من بلاد نائية لزيارة القبر النبوي في المدينة، ويجتمعون في الليلة المذكورة.. وعلى هذا فيستحب إحياء ليلة السابع والعشرين من رجب، وكذا سائر الليالي التي قيل إنها ليلة المعراج بالإكثار في العبادة؛ شكرًا لِمَا منّ الله علينا في تلك الليلة من فرضية الصلوات الخمس وجعلها في الثواب خمسين، ولِمَا أفاض الله على نبينا فيها مِن أصناف الفضيلة والرحمة وشرَّفه بالمواجهة والمكالمة والرؤية.[21]

ان جلیل القدر علماء کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء نے نص فرمائی کہ معراج مبارک ماہ رجب کی ستائیسوی رات کو ہوئی۔ ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے اس بارے میں کوئی کلام نہیں کہ 27 رجب کو معراج النبی ﷺ منانا نہ صرف جائز بلکہ امر حسن ہے کیوں کے ذکر کردہ اقوال میں اکثر یہی ذکر ہوا ہے کہ اس پر مسلمانوں کا عمل ہے یا اس پر ہی تمام عالم کے مسلمان عمل پیرا ہیں۔

3. کتنی بار ہوئی...؟

اس بابت علماء کا اختلاف ہے لیکن اکثر علماء اس بارے میں متفق ہیں کے جاگتے ہوئے روح مع جسد کے ایک بار ہوئی اور اسے ہی اسراء معراج کہا جاتا ہے۔

---

[21] الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ص77.

4. معراج سوتے ہوئے ہوئی...؟

معراج مبارک کئی بار ہوئی اور جو 27 رجب کو معراج مبارک کی خوشی منائی جاتی ہے وہ جاگتے ہوئے معراج ہوئی اس کے دلائل بے شمار ہیں:

- اللہ کریم کا سورہ اسراء کی ابتدا تسبیح سے فرمانا اور پھر بعبدہ فرمانا:﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[22] ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اہل عرب کے ہاں تسبیح (سبحان اللہ) اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی بڑا امر سرزد ہوا ہو یا ایسے کسی کام پر تعجب کا اظہار کرنے کے لئے تسبیح کی جاتی ہے جس کا وقوع عقلا محال نظر آتا ہو۔ پھر فرمایا (بعبدہ) یعنی اپنے بندے کو لغوی اعتبار سے بھی عبد کا اطلاق حقیقی طور پر روح اور جسد دونوں پر کیا جاتا ہے نہ کہ صرف روح پر۔ تو اگر معراج سوتے ہوئے یا صرف روح کی ہوتی تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں جو اللہ کریم تسبیح سے ابتداء فرماتا اور نہ ہی کلمہ عبد فرماتا۔

---

[22] سورة الإسراء 1.

- اللہ کریم سورہ نجم میں معراج کے متعلق فرماتا ہے: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى﴾[23] ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ کہ سید عالم ﷺ کی نگاہ مبارک نے جو دیکھا وہ لگاتار دیکھتے رہے اور جن حدود میں دکھایا جا رہا تھا اس سے آگے نہ بڑھی اور نہ ہی وہ چندھیائی۔ یہ اگر خواب ہوتا یا پھر صرف روح کی معراج ہوتی تو اللہ کریم آپ ﷺ کی نگاہ کے بارے میں یہ ارشاد کیوں فرماتا۔
- فرمایا: ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾[24] بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ تو اگر معراج سوتے ہوئے یا صرف روح کی ہوتی تو اس میں تو کوئی خارق عادت بات نہیں تھی اور نہ ہی یہ معجزہ کہلاتا اگرچہ انبیاء کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں۔
- اگر معراج سوتے ہوئے یا روح کی ہوتی تو کفار و مشرکین کبھی انکار نہیں کرتے کیوں کہ یہ خارق عادت نہیں بلکہ اس امر کی تصدیق کرتے اور 'کہتے یہ فقط خواب ہے اور خواب میں تو بندہ کچھ بھی دیکھ سکتا ہے'۔
- اگر یہ خواب ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو کبھی بھی اللہ کریم نے جو امور نبی مکرم ﷺ کو دکھائے وہ لوگوں کے لئے آزمائش و

---

[23] سورة النجم 17.

[24] سورة النجم 18.

امتحان کرار نہ دیتا چنانچہ صحیح بخاری اور دیگر کتب آحادیث میں جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ} [الإسراء: 60] قَالَ: «هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ، أُرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلَى بَيْتِ المَقْدِسِ»، قَالَ: {وَالشَّجَرَةَ المَلْعُونَةَ فِي القُرْآنِ} [الإسراء: 60]، قَالَ: «هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ».[25]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ کے ارشاد {وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ} (ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو) فرمایا کہ اس میں رؤیا سے آنکھ سے دیکھنا ہی مراد ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معراج کی رات میں دکھایا گیا تھا جس میں آپ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا تھا اور قرآن مجید میں "الشجرۃ الملعونۃ" کا ذکر آیا ہے وہ تھوہڑ کا درخت ہے۔

- امیر امومنین فی الحدیث امام ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: فإضافة الرؤيا إلى العين للاحتراز عن رؤيا القلب وقد أثبت الله تعالى رؤيا القلب في القرآن فقال ما كذب

---

[25] صحيح البخاري 54/5 3888، 4716، 6613.

الفؤاد ما رأى ورؤيا العين فقال ما زاغ البصر وما طغى.[26]
دیکھنے کی نسبت آنکھ کی طرف کرنا اس بات کے وہم کو دور کرنے کے لئے ہے کہ یہاں دل کا دیکھنا (خواب) مراد نہیں اور قرآن پاک میں دل کا دیکھنا بھی ثابت ہے چنانچہ فرمایا: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ اور انکھ کا دیکھنا بھی فرمایا: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

یہاں دیکھنے سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے جیسا کے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ قول جمہور اہل سنت کا ہے۔

5. قرآن پاک میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سفر کا تو بظاہر ذکر ہے آسمانوں کی طرف اور باقی معاملات کا ذکر نہیں..؟

قرآن پاک میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کا سفر کے ساتھ ساتھ مسجد اقصی سے آگے کا سفر اگرچہ صراحۃ مذکور نہیں لیکن اشارۃً مذکور ہے اللہ کریم فرماتا ہے: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى﴾ اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اترے۔ ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى﴾ تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى﴾ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ وہ تو نہیں مگر

---

[26] فتح الباري شرح صحيح البخاري 218/7.

وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ ﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى﴾ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔ ﴿ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى﴾ پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔ ﴿وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى﴾ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ ﴿أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى﴾ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى﴾ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ ﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى﴾ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ ﴿إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى﴾ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

لیکن آحادیث مبارکہ میں صراحۃً ذکر کیا گیا ہے معراج کا بھی اور اسراء کا بھی حدیث بھی تو قرآن عظیم الشان کی تفسیر ہی تو ہے اور حدیث کی حجیت کا انکار کوئی بے عقل گمراہ بد دین ہی کر سکتا ہے۔ اور اس موضوع پر آحادیث مبارکہ کثرت سے وارد ہیں جن کے روات کئی ایک صحابہ ہیں چند کا ذکر کیا جاتا ہے: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَمَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرْط، وَأَبِي حَبَّةَ وَأَبِي لَيْلَى الْأَنْصَارِيَّيْنِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَجَابِرٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي أَيُّوب، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُب، وَأَبِي الْحَمْرَاءِ، وَصُهَيْبِ الرُّومِيِّ، وَأُمِّ هَانِئٍ، وَعَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ ابْنَتَيْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

6. مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کا سفر کیوں طے کیا مسجد حرام سے مباشرۃ آسمانوں کا سفر کیوں نہیں کیا..؟

مسجد حرام سے مسجد اقصی کے سفر میں کئی ایک حکمتیں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

← تا کفار و مشرکین جب سوال کریں تو انہیں وہاں کی علامات بتائیں جا سکیں اور جب وہاں کی علامات صحیح بتا دی جائیں گی تو اس سے آگے والی بھی سچی ہی ہوں گی جیسا کے واقع بھی ہوا وہی پر کفار و مشرکین نے آپ کی تصدیق کرنے کے لئے آپ سے بیت المقدس کی علامات

پوچھیں جبکہ انہیں یہ یقین تھا کہ آپ کبھی بیت المقدس نہیں گئے تو آپ ﷺ نے وہاں کی علامات بتائیں اور راستے میں دیکھے ہوئے مناظر کی خبر دی جاسکے۔

← تاکہ آسمانوں کا سفر بلکل مستقیم ہو ٹیڑھا پن نہ آئے کیاں کے آسمانوں کا جو دروازہ ہے جسے مصعد الملائکہ کہا جاتا ہے وہ بلکل بیت المقدس کے سامنے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطہ ارض پر سب انچا خطہ بیت المقدس کا ہے یعنی وہ آسمناوں کے سب سے قریب ہے 18 میل کے فاصلے پر۔

← تاکہ آپ ﷺ وہ قبلہ دیکھایا جائے جس کی جانب آپ کئی عرصہ تک رخ فرما کر نماز ادا فرماتے رہے جیسے کہ آپ ﷺ کو کعبہ مشرفہ کے بارے میں بتایا گیا۔

← تاکہ انبیاء علیہم السلام کو امام الانبیاء ﷺ کی زیارت کرائی جاسکے کے وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کی ارواح جمع ہوتی ہیں اور وہ آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کریں۔

نمازِ اَقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں مَعنیِ اَوّل آخر
کہ دَست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

← بیت المقدس کی جانب کئی انبیاء نے ہجرت فرمائی تو اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو اس اجر سے محروم نہیں رکھا۔

← اللہ کریم نے ارادہ فرمایا کہ بیت المقدس کی فضیلت کو مکمل کیا جائے اس میں اپنے محبوب ﷺ کو نماز پڑھوائی جائے تو جب آپ ﷺ نے اس میں نماز ادا فرمائی تو اس کی فضیلت مکمل ہو گئی پھر اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمادیا کے روئے زمین پر 3 مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی ایسی فضلیت نہیں کے انکا ارادہ کر کے ان کر طرف سفر کیا جائے۔ مسجد حرام کیوں کہ وہ آپ ﷺ جائے پیدائش ہے اور وہیں آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، مدینہ منورہ کیوں کہ وہ آپ ﷺ ھجرت کی جگہ ہے اور آپ ﷺ کا مسکن ہے مسجد اقصیٰ بیت المقدس کیوں کہ وہ آپ ﷺ کی معراج کی جگہ ہے۔

← بیت المقدس جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے نشان ہیں تو اللہ کریم نے ارادہ فرمایا کہ وہاں اپنے حبیب ﷺ کے قدم کا نشان بھی نقش کیا جائے تو اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو دوران سفر معراج بیت المقدس کی زیارت کروائی اور قدم کا نقش عام نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا بلکہ امام الانبیاء کی حیثیت سے اثر قدم نقش کیا ۔بات قدم کی کی جائے تو کیا شان ہے ان قدموں کی اعلی حضرت شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

ایک مقام پر فرمایا:

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نِرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے
سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے
یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاوں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلوں کا پاؤں بوسا یہ میں آنکھوں کے دن پھرے تھے
جھکا تھا مجرے کو عرش اعلی گرے تھے سجدے میں بزم بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منھ اپنا دیکھتے تھے

ایک مقام پر فرمایا:

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

ایک مقام پر فرمایا:

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

بات یہاں ختم نہیں ہوتی سیدی و شیخی اعلیحضرت نے قدموں مدح تو فرمائی ہی فرمائی آپ ﷺ کی نعل پاک کی بھی مدح فرمائی لکھتے ہیں:

ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیّاروں کے

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تمہارے ذَرِّے کے پر تو ستارہائے فلک
تمہارے نعل کی ناقِص مِثل ضیائے فلک

7. اس قدر تیز رفتاری کہ اتنے قلیل وقت میں اتنا سفر کرنا معقول بات ہے..؟

- بلکل معقول اور واقع بات ہے اس دور میں تو بہت زیادہ واضح ہے دیکھیں ہم سائنس سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی اس قدر تیز رفتار چیز ہے کہ ایک لمحے میں ہزاروں کیلومیٹر کا سفر کرلے..؟ سائنس کا جواب ہے کہ بلکل ہے ایک نہیں کئی ایک چیزیں ہیں دیکھیں روشنی یہ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کیلومیٹر کا سفر کرتی ہے۔ وہ اس طرح کہ سورج اور زمین کے درمیان 150000000 کیلومیٹر کا فاصلہ ہے اور روشنی صرف 8 منٹ اور 17 سیکنڈ میں سورج سے زمین تک پہنچ جاتی ہے۔ تو ان سب چیزوں کا خالق کیا اس بات پر قادر نہیں کے وہ اپنے حبیب ﷺ کو اس مختصر سے وقت میں اتنا سفر طے کروادے...؟

- سائنس ایک اور مثال دیتی ہے کہ بجلی کی شعائیں (**Electromagnetic wave**) یہ روشنی کے بعد سب سے زیادہ تیز رفتار مانی جاتی ہے اس کی سبق روی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دولاکھ ستر ہزار کیلو میٹر 1 سینکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔
- بات اگر غور سے دیکھیں تو قوت کی ہے جتنی قوت ہوگی اتنی ہی سبق روی ہوگی بچہ کی چلنے کی قوت دیکھیں وہ بڑے کی قوت کے مقابلے کم ہے انسان کی قوت موٹر سائکل کے مقابلے کم ہے، موٹر سائکل کی قوت کار کے مقابلے کم ہے، کار کی قوت ریل گاڑی کے مقابلے کم ہے ،رئل گاڑی کی قوت جہاز کے مقابلے کم ہے الغرض بات قوت کی ہے جس کی جتنی قوت وہ اتنا ہی تیز رفتار بجلی کی قوت زیادہ تو وہ لاکھوں کیلو میٹر کا سفر 1 سیکنڈ میں کرلیتی ہے تو یہاں کسی مخلوق کی قوت نہیں تھی بلکہ خالق کائنات کی قوت تھی کیوں کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[27] ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک جس کے گرد اگرد ہم نے

---

[27] سورة الإسراء 1.

برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ سیر کرانے والی ذات رب تعالیٰ کی تھی اور سیر کرنے والی ذات اللہ کریم کی اور وہ کریم فرماتا ہے: ﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى﴾ ترجمہ: انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

- سائنس ایک اور مثال دیتی ہے وہ ہے ہوا کی سائنس کہتی ہے ہوا کی اب تک جو سب تیز رفتاری محفوظ کی گئی ہے وہ 338.80 فٹ ایک سیکنڈ۔ یعنی ہوا 1 سیکنڈ میں اس قدر رفتار طے کرلیتی ہے اس کی قوت کا یہ عالم ہے۔

8. **آسمان میں دروازے اور طبقات کہاں یہ تو بس ایک ہی آسمان ہے جو ہمیں نظر آتا ہے آپ ﷺ کا آسمانوں میں داخل ہونا کیسے ممکن ہوا..؟**

یہ فلاسفہ میں سے (کوبرنکس)، (جالیلو)، (کبلر) اور ان سے بھی پہلے بلکہ سیدنا عیسی علیہ السلام سے بھی سینکڑوں سال پہلے (فیثاغورث) کا قول ہے۔ فلاسفہ آسمانوں کے طبقات یعنی پہلا آسمان دوسرا تیسرا وغیرہ کو نہیں مانتے اور نہ ہی آسمانوں کے دروازوں کو مانتے ہیں۔ اس نا ماننے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ وہ اور انکا علم اس تک پہنچنے سے قاصر ہے تو قلت علم کسی مسئلہ کو اپنا موقف بنانے کی دلیل نہیں شریعت مطہرہ کا ایک قاعدہ ہے کہ عدم وجدان عدم

وجود کی دلیل نہیں یعنی کسی شئ تک اگر تمہاری رسائی نہیں تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ اس چیز کا کوئی وجود نہیں بلکہ تم اس چیز تک پہنچنے سے قاصر ہو یہ عجز انکے انکھوں پر پردہ بنا رہا جبکہ رب تعالیٰ نے جا بجا فرمایا کہ ساتھ آسمان اور دروازوں کا بھی ذکر فرمایا:

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ (3) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ (4) وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾[28] ترجمہ: جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے، پھر دوبارہ نگاہ اٹھا نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی، اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انہیں شیطانوں کے لیے مار کیا اور ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔

فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾[29] ترجمہ: وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل

---

[28] سورة الملك 3-5.

[29] سورة الأعراف 40.

تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے ۔ اور یہ فلاسفہ وہ قوم ہے جو اپنے بنائے ہوئے عدسات اور طرح طرح کی جدید اشیاء پر بھروسہ کرتی ہے اور اس کے سبب انہیں اکثر بھاری نقصان بھی اٹھانہ پڑتا ہے لیکن قلت علم کو تسلیم نہیں کرتے اور حق تعالی کی دی گئی خبروں پر ایمان نہیں لاتے اللہ کریم نے بلکل سچ فرمایا ہے کہ: ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾[30] ترجمہ: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ فلاسفہ کا موقف عدم علم اور عجز کی دلیل پر مبنی ہے اور یہ دونوں دلیلیں جزم و یقین کا فائدہ نہیں دیتیں۔

9. ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کے ایک مخصوص دائرے سے باہر نکلیں تو انسان کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے اسے آکسیجن وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے تو اس دور میں آکسیجن کیسے فراہم کی گئی جبکہ اس دور میں تو مخصوص قسم کے لباس بنا لئے گئے ہیں جن میں آکسیجن کی بھاری مقدار ہوتی ہے...؟

اس دور میں اگرچہ اس قسم کے لباس موجود نہیں تھے مگر غور کیا جائے کہ یہ لباس کیسے بنے اور ہم اگر غور کریں تو سامنے یہی بات آتی

---

[30] سورة الإسراء 85.

ہے کہ ان سب کے پیچھے ایک ہی قوت ہے وہ ہے اللہ کریم کی توفیق اسی نے اس انسان کو یہ علم دیا کہ اس انداز میں زمین سے باہر نکل کر کیسے سفر کرنا ممکن ہے تو وہ کریم اس بات پر قادر نہ تھا کہ اپنے محبوب کو ان سب چیزوں کی محتاجی سے غنی کر دے اور آکسیجن وغیرہ بھی تو کیا ہیں اللہ کریم کی بنائی ہوئی مخلوق ہی تو ہیں تو جب وہ کریم آگ سے اس کا اثر مچلی سے ہاضمہ کی طاقت لے سکتا ہے تو کیا آکسیجن کو اس مخصوص خطہ میں میسر نہیں کر سکتا۔

ساتھ ہی علماء نے لکھا کہ سید عالم ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصی لباس بشری ہی میں تشریف لے گئے اور وہاں سے آگے اپنے اصلی لباس، لباسِ نورانی میں تشریف لے گئے اور اس لباس میں سید عالم ﷺ کو بشری تقاضوں کی ضرورت پیش نہ آئی جیسے کے ملائکہ وہ آسمانوں کا سفر کرتے ہیں زمین پر آتے جاتے ہیں تو انہیں اس مخصوص لباس کی حاجت نہیں ہوتی اسی طرح سید عالم ﷺ کو اس لباس کی حاجت نہ پڑی۔

اس بات کی طرف اشارہ ہے اللہ کریم نے سورہ اسراء زمیں حوادث کی خبر دیتے ہوئے میں (لِنُرِیَهُ) فرمایا جب آسمانوں کے حوادث کا ذکر فرمایا تو فرمایا: (لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى)۔

10. قصہ معراج کے بہت سے امور ایسے نہیں جو عقل سے باہر ہوں عقل انکا تصور ہی نہیں کر سکتی...؟

اول اسراء معراج یہ سید عالم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل و فہم کو عاجز کر دے چناچہ علماء نے فرمایا:

معجزہ، کرامت وغیرہ ہوتی ہی وہ ہیں جو عقل و عادت سے ماورا ہوں بس ان میں فرق یہ ہے کہ معجزہ اسے کہتے ہیں جو ایسے شخص کے ہاتھ پر اس کی موافقت میں ظاہر ہو جو نبوت کا دعوی کر رہا ہو اور کرامت میں دعوی نبوت نہیں ہوتا۔ تو معجزہ ہے ہی وہ جو عادت و عقل کے خلاف ہو۔ اور اسلام بھی کثیر معاملات میں عقل کو دخل دینے کا قائل نہیں بلکہ اللہ کریم نے تو جا بجا ارشاد فرمایا ہم فلاں کام کریں گے جو تمہاری عقل و فہم کے خلاف ہو گا جیسے فرماتا ہے: ﴿وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[31] ترجمہ: اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ تو یہاں علماء نے یہ بھی فرمایا کہ عقل و فہم میں تصور بھی نہیں کیا جا سکے گا اللہ کریم اتنا دیگا اور وہاں سے دیگا جہاں تم تصور بھی نہیں کر سکتے، اور بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتیں ہیں جیسے سیدنا عیسی علیہ السلام کی ولادت کی آیات اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿كَذَلِكِ

---

[31] البقرة 212.

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ﴾[32] ترجمہ: فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ جب سیدہ مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے بچہ کیسے ہو گا مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا فرمایا اسی طرح اللہ کریم پیدا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اس میں عقل کو دخل نہیں نکے اسباب نہیں تو وہ کریم پیدا نہیں فرماسکتا وہ کریم اسباب کا محتاج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

وصلى الله تعالى وسلم عليه وعلى اله وأصحابه أجمعين

فقط: عبد المصطفی سعدی ازہری (قاہرہ مصر)

01-مارچ-2022 بمطابق 27-رجب-1443

---

[32] سورة آل عمران 47.